

ایک ذخم اور سہی۔۔۔۔

urdunovelist.blogspot.com

ڈاکٹر اشفاق احمد

فہرست

- 6..... اپنا دکھ
- 6..... خواب کبھی سچ نہیں ہوتے
- 7..... سمجھوتہ
- 8..... فرق
- 8..... نابینا مسافر
- 9..... بچپن
- 10..... ایک ہی کشتی کے سوار
- 10..... بہت دیر کردی
- 11..... مصیبت
- 11..... خدمت گار
- 12..... دکھتی رگ
- 13..... بہوش وانی
- 13..... جنازہ
- 14..... تبدیلی
- 14..... قربتوں کی دوریاں
- 15..... خود شناسی
- 16..... لمحہ فکریہ
- 16..... نیارشتہ

urdunovelist.blogspot.com

17..... جب وقت پڑا

17..... ایک زخم اور سہی

18..... پہلو کا دکھ

19..... فارملٹی

19..... تعلق کا راز

20..... موت

20..... ہمدردی

21..... وقت کی کروٹ

22..... یہ رشتے یہ موڑ

22..... مردہ پرست

22..... انہی موت

23..... قربت

23..... ناخلف پیٹے

24..... دو عکس

24..... اجالوں کا کرب

25..... متقی

25..... سچ

26..... احساسِ ندامت

27..... قیمتی دولت

27..... پس پردہ

urdunovelist.blogspot.com

28.....مہلت

29.....خوش حال گھرانے

29.....طوطا

29.....حصہ کا رزق

30.....نیا دکھ

30.....پہچان

31.....نیا سبق

32.....روشنی کا اندھیرا

32.....خواہش

33.....جہیز کی اگ

33.....کھونا

34.....نئی امی

34.....بدلتے موسم

35.....نام کا پردہ

35.....تیری میری روشنی

36.....افسوس

36.....دیکھتے ہی دیکھتے

37.....نیا زمانہ

37.....ہم سفر کی تلاش

39.....دھواں دھواں آرزو

40..... اصل جہیز

40..... غریب آدمی

42..... قول و فعل

42..... تم وہی ہو

43..... یہ ترقی پسند لوگ

44..... اپنا گریباں

45..... گاؤں کا وکاس

46..... ذرہ اقطاب ہوا

46..... مصلحت پسند

48..... کیف

48..... میا

urdunovelist.blogspot.com

اپنا دکھ

صبح ہوتے ہی بیٹے نے ملازمہ کے ہاتھوں ایک چھٹی دیکر اپنی والدہ کے پاس بھیجا۔۔۔ چھٹی میں لکھا تھا۔
”امی جان! کل آپ ہمارے گھر آئیں اور ہمارے بیٹے عاصم کو لیکر چلی گئیں۔ اگر ہم موجود ہوتے تو شاید اُسے
آپ کے ہمراہ جانے نہ دیتے کیوں کہ وہ ہمیں جان سے زیادہ عزیز ہے، اس کے بغیر ایک دن گزارنا ہمارے
لئے محال ہے۔ وہ نہیں تھا تو کل شام کا کھانا بھی کھایا نہ جاسکا۔ رات میں اس کی امی اور میں سو نہ سکے۔
ملازمہ کو بھیج رہا ہوں ہمارا بیٹا لوٹا دو۔“

ماں نے اپنے پوتے کو لوٹا دیا۔ مگر ساتھ میں ایک چھٹی بھی دی۔ جن میں لکھا تھا۔
”تمہیں اپنے بیٹے سے دُوری کا کس قدر احساس ہوا۔ اب تمہیں معلوم ہوا ہوگا کہ بیٹے کی جدائی کا غم کیا ہوتا
ہے۔ اپنی شادی ہو جانے کے بعد تم نے ہمارا چہرہ بھی دیکھنا گوارا نہ کیا۔ تمہارا ایک دن میں یہ حال ہوا
ہے۔۔۔۔۔“

”ذرا سوچو! تم مجھ سے دس سال سے جدا ہو، میرا کیا حال ہو رہا ہوگا؟“۔!!

خواب کبھی سچ نہیں ہوتے

لوگوں کی بھیڑ اُس جگہ جمع تھی جہاں ایک مزدور دو منزلہ عمارت سے گر کر مرچکا تھا زمین پر دو پوسٹ کارڈ بھی اسکی جیب سے گر پڑے تھے ایک خط اسکی بیوی نے لکھا تھا۔ ”کل رات میں نے ایک بھیانک خواب دیکھا ہے آپ کام کرتے کرتے بہت اونچائی سے گر کر مالکِ حقیقی سے جا ملے میں خدا نہ کرے ایسا ہو لیکن جب سے خواب دیکھا ہے میں بہت پریشان ہوں آپ فوراً چلے آؤ۔“

دوسرا خط مزدور نے اپنی بیوی کے خط کے جواب میں لکھا تھا جسے وہ پوسٹ نہیں کر پایا تھا۔ خط میں لکھا تھا

”میں یہاں خیریت سے ہوں تم پریشان کیوں ہوتی ہو۔
یاد رکھو خواب کبھی سچ نہیں ہوتے۔۔!!“

urdunovelist.blogspot.com

سمجھوتہ

اس نے اپنے خط میں لکھا تھا۔۔۔ ”میں نے اجنبی زندگی سے سمجھوتہ کر لیا ہے۔ اب مجھے ساری خوشیاں مل گئی ہیں۔ میں بہت خوش ہوں۔ اب تم میرے بارے میں سوچا نہ کرو۔ خدا کرے تمہاری زندگی بھی تمہیں خوشیاں دیں۔“۔۔۔ اس کا خط میں مشکل سے پڑھ پاتا ہوں۔ کیونکہ سیاہی جگہ جگہ سے پھیلی ہوئی ہے۔ میرے چہرے پر مسکراہٹ کی ایک ہلکی سی کرن نمودار ہوتی ہے اور پھر اس کے خیال کے دو موٹے موٹے انسو میری پلکوں پر چمکتے ہیں اور خط پر بنے ہوئے باقی حرفوں کو بھی سیاہی بنا دیتے ہیں۔

شاید یہ لکھنے کے لئے کہ ”میں بھی بہت خوش ہوں، مجھے بھی ساری خوشیاں مل گئی ہیں۔
پلیز تم میرے بارے میں سوچا نہ کرو۔!!“

فرق

دو دنوں بھائیوں نے جب ایک دوسرے کی بغل میں مکانات بنائے تو ایک نے تین منزلہ عمارت کھڑی
کردی اور دوسرا بھائی تین کمرؤں پر مشتمل سادہ سا مکان بڑی مشکلوں سے بنا سکا۔

یوں تو دونوں بھائی ایک ہی محکمہ میں کلرک کے عہدے پر فائز تھے۔ فرق صرف ٹیبل کا تھا۔

urdunovelist.blogspot.com

نابینا مسافر

وہ جس راستے پر چل رہا تھا خود نہیں جانتا تھا کہ وہ صراطِ مستقیم ہے یا پھر گمراہی کا راستہ۔ اسے راہ میں ایک
شخص ملا بھی تھا اس نے یہ کہہ کر اسے اپنے ساتھ لیا تھا کہ تم راستہ بھول گئے ہو۔ انہوں نے تمہاری منزل
تک پہنچا دوں۔

بے چارہ نابینا مسافر کرتا بھی کیا وہ تو اپنے راستے کے نشانات خود نہیں دیکھ سکتا تھا چپ چاپ اس کے پیچھے
ہو لیا۔ لیکن راستہ چلتے چلتے جب منزل قریب آگئی تو پتہ چلا کہ وہ جس راستے سے چل کر آیا ہے وہ تو گمراہی کا

راستہ تھا اور راہ میں جس شخص نے اس کی راہ نمائی کی تھی وہ خضر نہیں بلکہ شیطان تھا وہ تو اس کھو بیٹھا۔
جیٹ ۔۔ ! دنیا تو دنیا آخرت بھی تباہ ہو گئی۔

اب وہ پچھتا رہا تھا اے کاش کہ وہ جاہل نہ ہوتا علم کی آنکھیں اس کے پاس ہوتیں تو وہ ان آنکھوں کی روشنی
میں اپنی کامیاب زندگی اور آخرت کے لئے سفر کا آغاز صراطِ مستقیم سے کرتا۔ صحیح اور غلط سے واقف ہوتا سفر
میں وہ نہ راستہ بھولتا اور نہ ہی کوئی بہکا سکتا۔۔۔ لیکن اب پچھتا نے سے کیا حاصل؟ بہت دیر ہو چکی تھی
زندگی کا سفر ختم ہو چکا تھا۔ اب تو جہنم اس کا انتظار کر رہی تھی!!

-

urdu novelist.blogspot.com

اخبار فروش نے جب تازہ اخبار دروازے کی دہلیز پر ڈالا تو میرا بیٹا اور میرے ضعیف والد دونوں دوڑ پڑے۔ مجھے
یاد آیا۔ آج بدھ ہے اخبار میں بچوں کا خصوصی صفحہ ”بچپن“ شائع ہوتا ہے۔

بیٹے نے جلدی سے دوڑ کر اخبار جھپٹ لیا اور بچوں کا صفحہ نکالنے لگا۔ ضعیف والد نے بھی اس صفحہ کو چھیننے
کی کوشش کی۔

دیکھتے ہی دیکھتے بچوں کا صفحہ پھٹ گیا۔

اور پھر وہ دونوں لڑ پڑے!!

ایک ہی کشتی کے سوار

”فوزیہ تم آج بھی مجھے پریشان دکھائی دے رہی ہو۔ کو کیا بات ہے؟“

”میرے سر تاج میں۔۔ میں آج بھی شاید خواب ہی دیکھ رہی ہوں کہ شہر کے مشہور و معروف دولت مند وکیل نے مجھ غریب اور مجبور لڑکی کو اپنایا۔“

”نہیں فوزیہ۔ یہ خواب نہیں حقیقت ہے تم جانتی ہو بیوی کا انتقال ہو جانے کے بعد میں نے دوبارہ شادی نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ کیونکہ مجھے اپنے بچوں سے بے انتہا محبت ہے اور میں اپنے بچوں کو ذہنی اذیت کا شکار ہونے نہیں دینا چاہتا تھا لیکن جب والدین کی ضد بڑھتی گئی تو مجھے مجبور ہونا پڑا اور میں نے تمہیں

شریک حیات بنانے کا فیصلہ کر لیا۔

تم حیران ہو کہ آخر میں نے تمہیں ہی پسند کیوں کیا ہے۔ فوزیہ وجہ یہ ہے کہ میں نے پڑوس میں رہ کر تمہیں بچپن ہی سے اپنی سوتیلی ماں کے ہاتھوں پل پل دکھ جھیلنے اور اذیتیں اٹھاتے ہوئے دیکھا ہے، تم ہمیشہ سلگتی اور بجھرتی رہی ہو۔

میں نے سوچا تم نے سوتیلے پن کا کرب سہا ہے تم اس درد کو محسوس کرتی ہو لہذا ان معصوم بچوں کو وہ دکھ کبھی نہیں دوں گی جو تم نے جھیلے ہیں۔!!“

بہت دیر کر دی

جب بھی اسے کوئی نماز پڑھنے کی تلقین کرتا تو وہ یہی کہتا۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے دؤ۔ پھر داڑھی رکھ کر ایک مسجد کا کونا سنبھال لوں گا۔ ملازمت سے سبکدوش ہوا تو اس نے بچوں کے لئے ایک عالیشان مکان بنانے کا ارادہ کیا تقریباً ایک سال کا عرصہ اپنی مرضی کے بام و در بنانے میں گزر گیا۔

آج مکان کا افتتاح تھا۔ برقی قمقموں سے عالیشان عمارت جگمگا رہی تھی۔ اس کے قدم سجدہ شکر کے لئے مسجد کی جانب چل پڑے۔ اس نے اب طے کر لیا تھا کہ وہ کل سے اپنا زیادہ تر وقت مسجد میں گزارے گا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا۔

ابھی وہ مسجد کی سیڑیاں چڑھ ہی رہا تھا کہ اس کی حرکت قلب بند ہو گئی اور مسجد کے باہر ہی اس کی رُوح پرواز کر گئی !!

urdunovelist.blogspot.com

مصیبت

گاؤں کے اس فقیر کی شادی ہو گئی جو دونوں انکھوں سے اندھا تھا۔ لیکن افسوس کہ جس لڑکی سے اس کی شادی ہوئی اللہ تعالیٰ نے اس کی انکھیں بھی بچپن ہی میں چھین لی تھیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کا سہارا ہوتے ہوئے بھی بے سہارا تھے لیکن جب میں چھ سات سال بعد اپنے گاؤں واپس لوٹا تو دیکھا کہ وہ دونوں اپنے بچے کے سہارے چل رہے تھے۔ جس کی انکھیں بڑی خوبصورت تھیں !!

خدمت گار

بس اپنا توازن کھو چکی تھی چالیں مسافر جان بحق ہو چکے تھے بس کھائی میں گرتے ہی خدمت گاروہاں پہنچ گئے زندگی اور موت کے بیچ سانسیں گن رہے جموں سے بچاؤ بچاؤ کی آوازیں آرہی تھیں۔

لیکن خدمت گار انھیں بچانے کی بجائے وہ ان مردہ عورتوں کو اپنے کاندھوں پر لیے اسپتال کی جانب دوڑ رہے تھے جو زیورات سے لدی پھندی تھیں!!

دکھتی رگ

”تم خاموش کیوں رہتی ہو۔۔۔؟“

”میں۔۔۔۔۔؟ نہیں تو۔۔۔۔۔؟“ اُس نے مصنوعی ہنسی ہونٹوں پر چسپاں کرنے کی کوشش

کی۔

”نہیں تم ضرور کچھ نہ کچھ سوچتی رہتی ہو۔ اور تمہارے وہ خیالات تمہارے چہرے پر ادا اسی کا پردہ ڈال دیتے ہیں۔ میرا خیال ہے تم اُسے ابھی تک نہیں بھولیں۔ آخر تم اُسے بھول کیوں نہیں جاتیں۔“

یہ سنکر اسکے چہرے پر زہیلی مسکراہٹ پھیل گئی۔

”کون کس کو بھولتا ہے راکیش۔۔۔؟“

اُس نے رُمال آنکھوں کے قریب لے جاتے ہوئے کہا۔

”راہا۔۔۔ آج۔۔۔ آج تم نے میرے دل کی بات کہہ دی۔۔۔!!“

بھوش وانی

میں جب بھی اُس طرف سے گزرتا جیوتش کو ہمیشہ ہی آدمیوں کے بیچ گھراپاتا۔ وہ ہاتھوں میں کھینچی اڑی
ترچھی لکیرؤں کو پڑھ کر لوگوں کو اُن کی قسمت کے فیصلوں سے آگاہ کرتا تھا۔
ایک دن میں بھی اس بھیر میں چلا گیا لیکن میری باری آنے تک بہت رات ہو چکی تھی۔ وہ ہماری جانب
دیکھ کر کہنے لگا۔

”تم لوگوں کی ”بھوش وانی“ میں کل بتائوں گا کل تم ضرور آنا۔ میں تمہیں یہیں ملوں گا۔“

دوسرے دن جب ہم وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ دوسروں کی قسمت کی لکیرؤں کو پڑھنے والا خود اپنی قسمت کی

لکیرؤں سے نا آشنا تھا۔

وہ تو آج صبح ہی اس دنیا سے کوچ کر چکا!!

جتازہ

وہ اردو زبان کا مشہور و معروف محقق ادیب و شاعر تھا اس نے اپنی زندگی میں اردو زبان و ادب کی ترقی اسکی
اشاعت اور مادری زبان کی اہمیت اور ضرورت پر سینکڑوں مقالے لکھے تھے۔ ایک دن اچانک اس کا

انتقال ہو گیا اس کی حادثاتی موت کے دوہ ماہ بعد انکے فرزندوں نے اپنے والد کی کتابوں کا اٹاٹہ باہر نکالا۔ کتابوں سے کئی الماریاں پر تھیں پاس پڑوس کے لوگ کتابوں کی الماریوں کے اطراف ہاتھ باندھے کھڑے تھے اور ان کے بچے اس اٹاٹہ کو کبڑی کی دکان پر لے جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ وہ اٹاٹہ اب انکے کسی کام کا نہ تھا کیونکہ انکی پوری تعلیم انگلش میڈیم سے ہوئی تھی۔!!!!

تبدیلی

وہ غریبوں کی بستی اندرانگر میں پیدا ہوا تھا بچپن بھی اسی بستی میں گزرا لیکن جب بڑا ہوا تو خوش نصیبی سے سعودی عرب چلا گیا۔ دس سال بعد جب وہ وطن لوٹ کر اپنی بستی میں پہنچا تو اسکے منہ پر سفید رومال تھا اور وہ پیشانی پر بل ڈالے اپنے ہی بچپن کے ساتھیوں سے ان کا تعارف پوچھ رہا تھا۔

قربتوں کی دُوریاں

”میں تمہیں کیسے سمجھاؤں فرح۔؟“

یہ تو ایک بے جوڑ رشتہ ہے جس سے مجھے زبردستی باندھ دیا گیا ہے۔ میں نے نہ تو کبھی اُسے پایا اور نہ ہی کبھی پا ہوں گا۔ یہ روشن حقیقت ہے کہ میں نے تم سے محبت کی ہے۔ میرے دل کے نہاں خانے میں

بس تم ہی تم ہو۔ میں ہمیشہ تمہارا ہی رہوں گا۔ وہ کتنی بد نصیب ہے کہ میری ہو کر بھی میں اسکا نہ ہو سکوں
گا۔ وہ زندگی بھر سائے کی طرح ساتھ ساتھ رہے گی مگر قربتوں کی یہ دُوریاں ختم نہ کر سکیں گی۔
فرح محبت جسم سے نہیں رُوح سے ہوتی ہے اور پچی بات تو یہ ہے کہ میں نے فریب تمہیں نہیں بلکہ
اُسے دیا ہے شاید کہ تم سمجھ سکو۔۔۔!!“

خود شناسی

urdunovelist.blogspot.com

۔۔ ”میں بظاہر بہت چھوٹا ہوں لیکن بہت طاقتور ہوں میری فطرت میں چھپنا ہے میں کسی بھی شے کو
تکلیف پہنچا کر اُسے مٹا سکتا ہوں۔ یہ پھول۔ یہ شاخ۔ یہ درخت سب میرے نزدیک حقیر و کمتر ہیں پھر
ایک دن اُسے جس شاخ پر جنم لیا تھا اُسے ہی چھ کر تکلیف دینے لگا لیکن اُسے مٹانے کی کوشش میں وہ خود
ہی زمین پر آ رہا۔ تب اُسے معلوم ہوا کہ درخت تو بڑا تناؤ ہے وہ شاخ جس پر اُسے جنم لیا تھا اب بھی سرسبز
و شاداب ہے۔ پھول اپنی خوشبو سے ماحول کو حسب معمول معطر کر رہے ہیں۔ وہ جنھیں حقیر و ذلیل سمجھتا تھا
وہ تو بلند و برتر ہیں۔

حقیر و ذلیل تو وہ خود ہے۔!!۔“

لمحہء فکریہ

وہ نو مسلم رشتہ ازدواج میں بندھ چکا تھا میں جب مبارک باد دینے اسکے گھر پہنچا تو دیکھا اسکی بیوی جسے دین فطرت وراثت میں ملا تھا اپنے نو مسلم شوہر سے قرآن پڑھنا سیکھ رہی تھی۔ !!

نیا رشتہ

بیوی کے مرجانے کے بعد اُس کے اکھوتے بیٹے رابیش کا بھی انتقال ہو گیا اور گھر میں صرف وہ اور اسکی بہو رہ گئی چونکہ بہو کا بھی کوئی وارث نہیں تھا اسلئے وہ کہیں جانے کی بجائے گھر ہی میں رہنے لگی۔

وقت بیتا گیا

دو ماہ بعد

دونوں گاؤں چھوڑ کر شہر چلے گئے وہاں ایک نئے رشتہ نے جنم دیا۔

اور پھر

نئے شہر میں۔

وہ دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے پکارے جانے لگے !!

جب وقت پڑا

الیکشن سے پہلے۔

”کیا تم نے مزدوروں کی مدد کے لئے سارا انتظام کر لیا ہے ؟“

”جی سر“

”جاؤ انہیں ہمارے اسٹیج کے سامنے بٹھاؤ۔ اور ان کا ہر طرح سے خیال رکھنا۔ وہ ہمارا ووٹ بینک ہے۔“

الیکشن کے بعد

”کیا پروگرام کی ساری تیاریاں ہو چکی ہیں؟“

urdu novelist.blogspot.com

”میرے پروگرام میں کم از کم اٹھ دس ہزار سامعین ہونے چاہئے۔“

”ہم پوری کوشش کر رہے ہیں سر۔“

”لیکن خیال رہے اسٹیج کے سامنے سبھی سوٹ بوٹ والے لوگوں کو بٹھانا اور مزدور پیشہ لوگوں کو نعرے لگانے

اور تالیاں بجانے کے لئے پیچھے کھڑے کر دینا!!“

”جی سر ۱۱“

ایک زخم اور سہی

”تم یہاں کیوں آتی ہو؟“

”تم سے ملنے“

”لیکن رُوزانہ آنے کی وجہ؟“

”میں نہیں جانتی۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ آپ سے ملنے کے بعد ہی میرے دل کو قرار آتا ہے۔“

”سنو۔ یہ پاگلوں کی سی باتیں نہ کرو میں نے محبت سے توبہ کر لی ہے یوں بھی میرے دل میں کئی درد پل

رہے ہیں۔ میرا دل زخموں سے چور ہے۔“

”میں جانتی ہوں اسی لئے اُن زخموں کو مندمل کرنے کے لئے کہہ رہی ہوں۔

ایک زخم اور سی“!!

urdunovelist.blogspot.com

پہلو کا دکھ

جنازہ کے پیچھے پیچھے جانے والے لوگوں کو حیرت تھی کہ شریک حیات کا انتقال ہو جانے پر بھی اسکی آنکھوں سے آنسو نہیں نکلے بھیڑ میں کسی نے سرگوشی کی ہو سکتا ہے اس سانحہ پر اُسے کوئی غم ہی نہ ہوا ہو لیکن شاید لوگوں کو اس کا علم نہ تھا کہ اُسے غم کھانے اور آنسو پینے کا ہنر بھی آتا ہے۔

دوسرے دن وہ تنہائی کی چادر اوڑھے خاموش رہنے لگا۔ رُوزانہ صبح اٹھ کر قبرستان جاتا، اس کا معمول بن گیا اور پھر چار ماہ بعد یہ خبر بھی حیرت و استعجاب میں ڈوبے لوگوں کو سنا دی گئی کہ شریک حیات کی موت پر آنسو نہ بہانے والا حرکت قلب بند ہو جانے پر اس دارفانی سے کوچ کر گیا ہے۔

فارملٹی

”میں نے سنا ہے۔ آج خالی اسامیوں کے لئے آپ نے امیدواروں کا انٹرویو لیا ہے۔“

”جی ہاں۔“

”تو کیا امیدواروں کا سلیکشن ہو گیا۔؟“

”جی نہیں۔ یہ تو فارملٹی ہے قانون کے دائرے میں رہنے کے لئے امیدواروں کا انٹرویو لینا ہی پڑتا ہے۔“

اصل انٹرویو تو والدین کا ہوتا ہے۔ اور وہ ابھی ہونا باقی ہے۔“!!

urdu novelist.blogspot.com

تعلق کا راز

آج صبح ہی پولس آئی اور انکوائری کر کے سڑک کے کنارے پتلے کپڑے میں لپٹے نوزائیدہ بچہ کو پولس اسٹیشن لے جا کر انسپکٹر کے سامنے حاضر کر دیا۔

”صاحب یہ بچہ سڑک کے کنارے پڑا ملا ہے۔“

”پوچھتاچھ کی ہے؟“

”یس سر یہ بچہ دیپانام کی لڑکی کا ہے۔ بچے کے سینے پر سفید داغ ہے اور بس۔ بس۔ خاموش ہو جاؤ تم جا سکتے ہو۔“

انسپکٹر کا سر پکرا گیا۔ وہ کسی پاگل کی طرح ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اور پھر ایک لمحہ بعد اپنی حالت پر قابو پا کر وہ شرٹ کا بٹن لگا رہا تھا تاکہ کوئی اسکے سینے کا سفید داغ نہ دیکھ لے۔

موت

وہ اب جینا نہیں چاہتا تھا زندگی کے مسائل حل کرتے کرتے وہ پریشان ہو چکا تھا لہذا اپنی پریشان کن زندگی سے چھٹکارہ پانے کے لئے اس نے خودکشی کر لی۔ جیسے ہی اس نے اپنے آپ کو کنویں کے حوالے کیا لوگ دوڑ پڑے اور اسے زندہ سلامت نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن وہ زندہ رہ جانے پر پچھتا رہا تھا۔ اسے ان لوگوں پر غصہ آ رہا تھا جنہوں نے اسے بچایا تھا۔

لیکن لوگوں نے اسے زندگی سے پیار کرنا سکھایا زندگی سے مقابلہ کرنے اور سلیقہ سے جینے کا حوصلہ دیا۔

دوسرے دن سے وہ نئے حوصلے اور نئے عزم کے ساتھ زندگی گزارنے لگا اسے زندگی سے پیار ہو گیا تھا اب وہ مرنا نہیں چاہتا تھا۔

لیکن چوتھے دن اسے ٹھوکر لگی وہ نیچے گرا اور اس کی رُوح پرواز کر گئی!!

ہمدردی

وَارڈ میں ایک مریض اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔ ”میں جب سے اس وَاَرڈ میں ایڈمٹ ہوا ہوں، دیکھ رہا ہوں یہ ڈاکٹر صاحب گو کہ رات میں ڈیوٹی پر نہیں ہوتے ہیں۔ لیکن اکثر و بیشتر مریضوں کی بیمار پر سی کے لئے راولڈ پر آ جاتے ہیں۔ یہ بچارے بڑے فرض شناس اور نیک دل انسان ہیں۔ انہیں مریضوں سے بڑی ہمدردی ہے۔ ورنہ رات میں مریضوں کی فکر کون کرتا ہے۔“

پھر وہ نرس سے مخاطب ہوا۔

”کیا ڈاکٹر صاحب کا یہی معمول ہے؟“

نرس نے لا پرا واپسی سے جواب دیا

”جی نہیں ڈاکٹر صاحب وَاَرڈ میں ایک دیر گھنٹے کے لئے ضرور آتے ہیں، لیکن۔“

”لیکن کیا۔؟“

نرس نے آنکھوں سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”لیکن ان راتوں میں جب یہ ڈاکٹر صاحب ڈیوٹی پر ہوتی ہیں۔!!“

وقت کی کروٹ

معصوم بچہ جب روکھی سوکھی روٹی کھا کر اچھل کود کرتا تو ماں کہتی بیٹا زیادہ اچھل کود نہ کرو نہ تجھے بھوک لگ جائے گی تو میں پھر روٹی کہاں سے لاؤں گی۔

لیکن آج بچہ کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا تھا وہ پیٹ بھر کھانا کھا کر خوب دھوم دھڑکا اور شرارتیں کر رہا تھا۔ ماں بھی اسے ڈانٹنے کی بجائے اس کی شرارتوں پر ہنس رہی تھی۔ بچہ اپنی ماں کو خوش دیکھ کر کہنے لگا۔

”ماں تو بچ کنتی تھی کہ سبھی دن ایک جیسے نہیں رہتے۔ ماں جب سے زلزلہ آیا ہے ہمارے مصیبت کے دن گئے اب تو ہر ٹینٹ میں کھانا ملتا ہے اور میں دن بھر کھاتا رہتا ہوں“ !!

یہ رشتے یہ موڑ

میں اس راستے پر چل پڑا جس راستے پر تم مجھے ہمیشہ ملا کرتی تھیں لیکن اس مرتبہ جب تم مجھے نہیں ملیں تو میں پریشان ہو گیا اور پھر ناامید ہو کر اس راستے پر نکل پڑا جسے نہ تم پسند کرتی تھیں اور نہ ہی میں۔ لیکن اسی راستے پر تم مجھے اچانک مل گئیں !!

urdunovelist.blogspot.com

مردہ پرست

صبح سے ہی گھر کے سامنے شامیانہ لگا دیا گیا تھا گھر میں بہت چل پھل تھی آج شام اُسی بیٹے نے اپنے مرحوم باپ کے ایصالِ ثواب کے لئے سینکڑوں لوگوں کو کھانے کی دعوت پر بلایا تھا جس نے مرحوم کو اپنی حیات میں ایک ایک وقت کے کھانے کے لئے ترسایا تھا۔ !!

انا کی موت

راہ پر رکھے چراغ نے کہا

”میں بھٹکے ہوئے مسافروں کو راستہ دکھاتا ہوں میں سب سے بڑا ہوں۔“

مجلس میں رکھے چراغ نے کہا۔۔

”لوگ میری روشنی کے ارد گرد بیٹھ کر اچھی اور نیک باتیں کرتے ہیں لوگ ایک دوسرے کو نیک راستے پر

چلنے کی تلقین کرتے ہیں میں نہ رہوں تو یہ نیک کام انجام نہ پائے لہذا میں بڑا ہوں۔“

مندر میں رکھے چراغ نے کہا۔

”میں تو مندر میں رہتا ہوں اور بھگوان کو روشنی میں میں نے ہی رکھا ہے ورنہ وہ تو کب کا اندھیروں میں ڈوب

جاتا اسلئے میں تم سب سے بڑا ہوں۔“

اتنے میں ایک ہلکا سا ہوا کا جھونکا آیا اور تینوں چراغوں کو بجھا کر چلا گیا۔!!

urdu novelist.blogspot.com
قربت

سفر میں وہ جیسے ہی پہلو بدل کر بیٹھ گئی میرے چہرے پر غصہ کی چند لکیریں ابھرائیں اور میں خاموش ہو گیا۔ اور

پھر دیر رات وہ پہلو بدلنے پر پچھتائی میں خاموش ہو جانے پر پچھتایا۔

لیکن۔۔۔۔۔ صبح ہوتے ہوتے خاموشی کا سکوت ٹوٹا۔ اور قہقہے بلند ہونے لگے۔

اسی دوران میں نے محسوس کیا کہ میں پہلے سے زیادہ اُس سے محبت کرنے لگا ہوں۔!!

ناخلف بیٹے

وہ بے حد غریب سات چھوٹے چھوٹے بچوں کا باپ تھا ہمیشہ دو وقت کی پیٹ کی اگ بھانے کے لئے
تگ و دو کرتا رہتا تھا لیکن اُسے ذہنی سکون تھا۔

وقت نے کروٹ بدلی۔ اسکی غربت کے دن ختم ہوئے بچے اسکے قد کے برابر ہو گئے لیکن اب وہ ذہنی طور
سے پریشان ہے کیونکہ اسکی زندگی کا سکون اسکے ناخلف اور آوارہ بیٹوں نے چھین لیا ہے۔

دو عکس

ایک اسٹیشن پر وہ بس میں سوار ہوا تو دیکھا تمام نشستیں پر تھیں صرف ایک خاتون کے بازو والی نشست خالی
تھی وہ وہاں بیٹھنا ہی چاہا رہا تھا کہ خاتون نے کہا۔

”میں آپ کو یہاں بیٹھنے نہیں دوں گی۔ میرے بازو خاتون ہی بیٹھے گی۔“
ایک آواز ابھری۔۔۔ ”اگر ایسا ہی تھا تو اپنا ریزرویشن کر لیتی۔“

کسی دوسرے نے کہا۔۔۔ ”جب اپنے بازو خاتون ہی بٹھانا مقصود ہے تو سفر میں اپنے ہمراہ ایک خاتون
رکھتی۔“

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک خاتون بوچھلی نشست پر بیٹھی تھی بول پڑی۔

”یہاں گنجائش تو نہیں ہے لیکن پھر بھی آپ میرے بازو آجائے میں ایڈجسٹ کر لیتی ہوں!!“

اجالوں کا کرب

وہ بہت غریب تھا لیکن ایک دن اس کی قسمت کا ستارہ چمکا اور اسے لائری مل گئی دو لاکھ روپیہ ہاتھ آیا تو اس نے اپنے اور گھر کے افراد سے متعلق سوچنا شروع کیا ہزاروں خواہشوں نے سر اٹھایا اور پھر ان ڈھیر ساری خواہشوں کے درمیاں اس نے محسوس کیا کہ وہ تو اب پہلے سے بھی زیادہ غریب ہو گیا ہے!!

منفی

وہ اپنی ڈاڑھی میں انگلیوں سے کنگھی کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”میں جانتا ہوں اسلم ساجد تمہارا اچھا دوست ہے لیکن وہ مجھے ایک پل نہیں بھاتا وہ نہایت بد تمیز، جھوٹا،

مطلب پرست اور فریبی ہے ہمیشہ دوسروں کی برائیاں گفوتا رہتا ہے کیا وہ نہیں جانتا کہ کسی کے پیڑھے پیچھے اسکی برائیاں بیان کرنا اپنے بھائی کا کچا گوشت کھانے کے مترادف ہے

مجھے دیکھو میں تو کبھی کسی کی برائی نہیں کرتا۔“!!

سچ

وہ اجنبی مجھے ٹرین میں ملا تھا۔ گفتگو کا آغاز اسی نے کیا تھا۔ تھوڑی دیر بات چیت کے بعد وہ میری برتھ پر

اگیا۔ اور رازدارانہ لہجہ میں کہنے لگا۔

”تم تم بہت خوبصورت ہو۔ تم شعلہ و شبنم کا امتزاج ہو۔ تم گل لالہ کا عکس ہو تم حن و جمال کی دیوی

ہو۔۔۔۔۔ سنو میں سچ کہہ رہا ہوں !

میں نے اسے اسکی برتھ پر بٹھا دیا اور کہا۔۔

”اس سے بھی زیادہ سچ یہ ہے کہ جیسے ہی تمہارا اسٹیشن اُلے گا تم چپ چاپ اپنا سوٹ کیں لئے مجھے
تنہا چھوڑ کر ٹرین سے اتر جاؤ گے۔ اور بھیڑ میں گم ہو جاؤ گے۔

سنو میں سچ کہہ رہی ہوں نا“۔!

احساسِ ندامت

urdu novelist.blogspot.com

وہ اداس ہو کر اپنے شوہر سے کہہ رہی تھی
”پتہ نہیں ہیں آخر کس عمل کی سزا مل رہی ہے آج ہم اپنے بیٹے سلیم اور بہو کے لئے بوجھ بن چکے ہیں
وہ ہمیں حقارت کی نظروں سے دیکھتے ہیں لمحہ لمحہ زندگی اُن کے احسانوں کی مرہون منت ہو گئی ہے جی چاہتا
ہے زمین پھٹ جائے اور ہم سما جائیں آخر پڑاؤس میں اُس کا دوست رحمن بھی تو ہے اپنے والدین کو کتنا
خوش رکھتا ہے۔ اسکی بیوی اُن کی ہر خواہش کو پورا کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے۔ مجھے تو رحمن کی ادبِ فرزندگی
پر رشک ہوتا ہے۔ کاش ہمارا بیٹا بھی رحمن کی طرح ہوتا۔“

”بیگم شاید ہماری قسمت ہی ایسی ہے کاش میں بھی کسی اچھے سرکاری محکمہ میں سرؤس کرتا اور سبکدوش
ہونے کے بعد ہمیں پنشن کے طور پر ہر ماہ موٹی رقم ملتی تو شاید رحمن کی طرح سلیم بھی ہمیں خوش رکھتا“۔!!

قیمتی دولت

پچیس سال قبل وہ گاؤں سے شہر آیا تھا یہاں اُسے ہیرا پھیری کی خوب دولت جمع کی پھر اُسے اپنے گاؤں لوٹ جانے کا یہ سوچ کر فیصلہ کر لیا کہ وہاں وہ سربہ فلک عمارت تعمیر کر کے آرام و آرائش کی زندگی گزارے گا۔ وہ گاؤں کا سب سے بڑا آدمی کھلائے گا۔ گاؤں کے لوگ اُسکی عزت کریں گے۔

گاؤں لوٹا تو اس کے ساتھ مکاری فریب، عیاری اور بے ایمانی جیسی برائیاں بھی لوٹیں لیکن وہاں اُسے جب لوگوں کے پاس ایمانداری، سچائی، اصول پسندی و وعدہ کی پاسداری، وفاداری اور فرض شناسی جیسی قیمتی دولت دیکھی تو مکر و فریب سے کھائی ہوئی دولت کے باوجود وہ اپنے آپ کو انہیں جیسے صاف و شفاف اور پاکیزہ دل رکھنے والے لوگوں کے درمیان بونا محسوس کرنے لگا۔

urdunovelist.blogspot.com

پس پردہ

اسکول میں بچوں کے داخلے نہیں ہو رہے تھے اس لئے اسکول کے اساتذہ بچوں کا داخلہ کروانے اس پاس کے علاقوں میں نکل پڑے۔ والدین و سرپرست حضرات سے اپنے بچوں کو مادری زبان میں تعلیم دلوانے کی پیش کش کرنے لگے اس ضمن میں انہوں نے طرح طرح کی تاویلیں بھی پیش کیں۔ علاوہ ازیں اپنی اسکول کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ والدین اُن کی باتیں غور سے سنتے رہے پھر ایک بچہ کے والد نے آگے بڑھ کر اُن سے پوچھا۔

”اساتذہ صاحبان۔۔ ابھی آپ نے باتوں باتوں میں اپنی اسکول کو شہر کا بہترین اسکول قرار دیا اس لئے یقیناً آپ تمام کے بچے بھی آپ ہی کی اسکول میں تعلیم حاصل کر رہے ہوں گے۔۔“

تمام اساتذہ خاموش تھے اور اُن کے سر شرمندگی کے بوجھ سے جھکے ہوئے تھے کیونکہ اُن تمام کے بچے مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے کی بجائے شہر کی مختلف انگلش میڈیم اسکولوں میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔!!

ملت

urdunovelist.blogspot.com

”دیکھتے ہی دیکھتے آپ کا کاروبار کافی بڑھ گیا ہے“

”جی ہاں! یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور آپ کی دعاؤں کا طفیل ہے۔“

”لیکن اب آپ کو حج بیت اللہ کے لئے چلے جانا چاہیے۔“

”بات دراصل یہ ہے کہ میرے کاروبار میں مجھے ہر وقت جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ حج سے واپسی کے بعد میں

جھوٹ نہیں بول پاؤں گا اور میرا کاروبار ٹھپ ہو جائے گا۔ لہذا میں تھوڑی مملت چاہتا ہوں۔“

خوش حال گھرانے

مالک بہت خوش تھا کہ اُسے کم تنخواہ پر ایک فرمانبردار فل ٹائم کار ڈرائیور مل گیا تھا۔ مالکن بھی بہت خوش تھی کہ ڈرائیور ایک خوب روئے جوان تھا جو مالک کو آفس چھوڑانے کے بعد سارا وقت بنگلہ پر ہی گزارتا تھا۔ مالک کی جانب سے ملنے والی تنخواہ تو ڈرائیور کی جیب خرچ کے لئے کافی نہیں ہوتی تھی۔ اسکے گھر کا خرچ تو مالکن ہی پورا کرتی تھی اس لئے ڈرائیور کی بیوی سب سے زیادہ خوش تھی کہ اسکی مہربانیوں کی وجہ سے اسکی گھر گرہستی اچھی چل رہی تھی۔ !!

urdunovelist.blogspot.com

طوطا

وہ روزانہ ہی فٹ پاتھ پر تاش کے پتوں کو پھیلائے بیٹھتا تھا۔ جو کوئی شخص اس کے پاس آتا اور اپنی تقدیر کا حال جاننا چاہتا تو وہ پنجرے کا دروازہ کھول دیتا۔ طوطا پنجرہ سے نکل کر ایک تاش کا پتہ اپنی چونچ میں پکڑ کر اسے دے دیتا۔ گویا آنے والے ہر شخص کی تقدیر سے وہ واقف تھا۔

ایک دن طوطا کسی کی تقدیر کا حال بتانے کے لئے پنجرہ سے باہر نکلا۔ اتنے میں ایک چیل اوپر سے اڑتی ہوئی آئی اور طوطے کو اپنی چونچ میں دبا کر پھر سے اڑ گئی!!!

حصہ کا رزق

فقیر کی جھولی میں روٹی کے چند ٹکڑے اتے ہی اسکے چہرے پر زندگی کے اثار نمایاں ہو گئے وہ میدان میں لگے میلے کی بھیڑ کو چیرتا ہوا خوشی خوشی اپنے گھر بچوں کی پیٹ کی اگ بھانے کے لئے نکل پڑا۔ گھر آنے پر جب اُس نے جھولی میں اپنے روٹی کے چند ٹکڑے تلاش کئے تو اُسے بہت مایوسی ہوئی۔ روٹی کے ٹکڑے جھولی سے غائب تھے اُس نے اپنے بچوں کو بھوکا سلا دیا اور خود بھی یہ سوچ کر اطمینان کر لیا کہ جھولی میں میرا نہیں بلکہ مجھ سے بھی زیادہ بھوکے شخص کا رزق تھا جس نے میرے قریب سے گذر کر حاصل کر لیا۔

نیا دکھ

urdu novelist.blogspot.com

پروفیسر نے اپنے لیکچر کے دوران گریجیشن کر رہی لڑکیوں سے پوچھا۔

”ذرا مجھے بتائیے کہ اس ہال میں بیٹھی کتنی لڑکیوں کے بوائے فرینڈس ہیں۔“

یہ سن کر ہال میں بیٹھی لڑکیاں خوشی خوشی کھڑی ہو گئیں اور اکیلی بیٹھی خاموش اس لڑکی کو حقارت آمیز نظروں سے دیکھ کر قہقہے لگانے لگیں۔ جس کا کوئی بوائے فرینڈ نہ تھا۔

پہچان

انتخابات ہونے کا اعلان ہو چکا تھا۔ وہ پندرہ دن سے اپنی فائل لئے ہائی کمان سے ٹکٹ حاصل کرنے کے لئے تنگ و دوڑ کر رہا تھا۔ ہائی کمان تک رسائی ہوئی تو فائل کی ورق گردانی کی گئی۔

”تم کہاں رہتے ہو؟“

”سر۔ میں ڈول پور میں!“

”لیکن تم نے لکھا ہے کہ میں الیکشن گول پور سے لڑنا چاہتا ہوں۔۔۔“ ”جی سر“

”کیوں بھلا؟“

”سر وہاں سے الیکشن میں منتخب ہونا میرے لئے زیادہ آسان ہے۔ مجھے پوری امید ہے کہ میں وہاں سے کثیر ووٹوں سے منتخب ہو جاؤں گا۔“

”لیکن آپکے وطن ڈول پور سے کیوں نہیں؟“

urdu novelist.blogspot.com

سر وہاں کے لوگ مجھے اچھی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں!!

نیا سبق

وہ شہر مسلسل پندرہ دن تک فساد کی آگ میں جلتا رہا۔ روزانہ پولس کا پہرہ۔ کرفیو اور پھر شہر کے کسی سمت سے اٹھتا ہوا دھواں۔ بھڑکتے ہوئے شعلے۔ گولیوں کی آوازیں۔ بچوں اور عورتوں کی چیخ و پکار سناتے میں دور تک سنائی دیتی تھی۔ پندرہ دن بعد جب امن قائم ہوا اور زندگی معمول پر آگئی تو بچوں نے اپنے اسکول کے بیگ نکالے۔ بڑی بہن نے چھوٹے بھائی سے کہا ”پڑھو۔“ بچے نے پہلی جماعت کی کتاب نکالی اور اپنی توتلی زبان میں پڑھنے لگا۔

ایف سے اگ۔ ب سے بندؤت۔ پ سے پلوت۔ ت سے تینشن!!

روشنی کا اندھیرا

آج مولانا نے عید الفطر کی نماز سے قبل اتحاد و اتفاق موضوع پر بڑے ہی فصیح و بلیغ انداز میں تقریر کی تھی مولانا کی تقریر سن کر کئی لوگوں کی آنکھیں گیلی ہو گئیں اور دل پکھل گئے نماز کے بعد لوگ برسوں سے قائم اپنی اختلافات و رنجشوں کو بھول کر کھلے دل سے عید گاہ میں گلے مل رہے تھے۔ میں بھی ان کی تقریر سے بے حد متاثر ہوا۔ میں نے مولانا کو اپنے ہمراہ لیا اور گھر کی جانب چل پڑا۔ ابھی ہم اُس گلی کے موڑ پر آئے تھے جہاں سے میرے گھر کا فاصلہ بہت قریب تھا۔ مولانا نے رُک کر کہا۔

”ہم دوسری گلی سے ہو کر آپ کے گھر چلتے ہیں، تمہیں تو معلوم ہی ہو گا اس طرف میرے بھائی کا مکان ہے اور میں اس سے بات کرنا تو درکنار اُس کا چہرہ دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔“!!

خواہش

”سنیے،!“

”جی؟“

”میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔“

”کہئے“

”لیکن مجھے ڈر لگ رہا ہے۔“

ڈر؟ کس بات کا ڈر؟

مجھ جیسے انسان سے ڈر اے میں تو تمہارے بڑے بھائی کی طرح ہوں کون

”نہیں اب میں وہ بات کبھی نہیں کہوں گی“!!

ہمیز کی اگ

اسٹو بھڑکنے سے جب اسکی والدہ جل کر انتقال کر گئی تو وہ اپنی نانی کے یہاں چلی آئی۔ اور یہیں رہنے لگی۔

وہ تو ابھی بہت چھوٹی تھی لیکن بڑھی نانی اسکے تعلق سے فکر مند تھی وہ اسکے لئے ہمیز کا سامان جٹانے میں ابھی سے مصروف ہو گئی تھی تاکہ اسٹو بھڑکنے کا عمل اسکی نواسی کے ساتھ بھی نہ دہرایا جائے!!

کھلونا

چنٹو رو رہا تھا شاید اُسے بھوک لگی تھی۔ میں نے اسکی امی کو آواز دی۔

”چنٹو کو خاموش کراؤ میں نیوز نہیں سن پارہا ہوں۔“

اسکی امی آئی اور دوڑ پڑے کھلونا کو اسکے ہاتھوں میں تھما کر چلی گئی۔

چنٹو اب خاموش ہو چکا تھا۔ مجھے نیوز ریڈر کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

وہ کہہ رہا تھا ”اب دیش میں بہت جلد نوشتہالی آئے گی کیونکہ تمام پارٹیوں نے کسانوں کو فصلوں کے اچھے دام غریبوں کو روٹی، کپڑا، مکان اور مفت تعلیم دینے کے وعدے کئے ہیں۔“
دوسری خبر تھی

الیکشن انیسر نے کہا ہے ”الیکشن چار ماہ بعد ماہ اکتوبر مینہونے کے امکانات ہیں۔“
چنڈو ہاتھ میں کھلونا پکڑے پھر روئے لگا تھا۔
شاید اُسے سچ مچ بھوک لگی تھی!!

نئی امی

urdunovelist.blogspot.com

اسے چند روز پیشتر ہی نکاح ثانی کر لیا تھا۔ ایک دن جب اسکی بیٹی غزالہ کالج سے بارش میں بھیگتی ہوئی گھر آئی تو اسے اپنے کپڑے پینچ کر کے امی کے نئے کپڑے پہننے چاہے۔
لیکن جب نئی امی کے کپڑے اسے چھوئے ہو گئے تو اسکی زبان سے بے ساختہ نکلا۔
سلی، تم مجھ سے کتنی چھوٹی ہو۔!!

بدلتے موسم

اسکے والد عرصہ سے ایک جان لیوا بیماری میں مبتلا تھے اٹھ دس روز قبل ڈاکٹروں کی جانب سے ناامیدی ظاہر ہو جانے پر انھیں گھر لا لیا گیا تھا مگر آج اُن کے نوجوان بیٹے کی افس میں حرکت قلب بند ہو جانے پر موت واقع ہو گئی جو گھر سے اپنی والدہ سے افس یہ کہہ کر نکلا تھا کہ مجھے ضروری کام سے دہلی جانا تھا مگر والد صاحب کی طبیعت دیکھ کر قصد نہیں کر پارہا ہوں!!

نام کا پردہ

وہ تینوں بس اسٹاپ پر کھڑے آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ ”دیکھو راشد لڑکی نے ہوائی الودگی سے بچنے

کے لئے پورا دُپٹہ اپنے چہرے پر لپیٹ رکھا ہے۔“

”نہیں ایسی بات نہیں ہے دراصل وہ لڑکی بڑی باہیا ہے اپنے چہرے کی نمائش پسند نہیں کرتی۔“

تیسرے نے کہا۔ ”سچ تو یہ ہے کہ وہ جس نوجوان کی اسکوٹر پر سوار ہے وہ اسکا عاشق ہے اور محترمہ اپنے ماں

باپ کا نام دُپٹہ میں چھپا رہی ہے تاکہ اُن کی عزت پر کوئی حرف نہ آئے“!!

تیری میری روشنی

دُور بہت دُور اُٹنی چوٹی پر عرصہ دراز سے کئی چراغ شام میں خود ہی روشن ہو جاتے تھے اور رات دیر تک اپنی روشنی سے بھٹکے ہوئے مسافروں کو راستہ دکھاتے تھے۔ لیکن اُس دن چند لوگ شام کے وقت اُس چوٹی

پرچڑھائے اور چراغوں کے لئے لڑنے لگے۔ پھر جب تیرے میرے چراغوں کی ضد حد سے تجاوز کر گئی تو ایک تیز ہوا کا جھونکا آیا اور تمام چراغوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بجھا کر چلا گیا۔
اب وہ مایوس خالی ہاتھ چوٹی سے نیچے اتر رہے تھے۔ !!

افسوس

وہ شاپنگ کر کے جب اپنے گھر لوٹی تو بہت اداس تھی سامان رکھ کر وہ فوراً ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آئی اور سر اپا جائزہ لیا۔ میک اپ دوبارہ کیا۔ بالوں کے اسٹائل کو بدلا۔ آج اُسے اس بات کا بے حد افسوس تھا کہ پہلی بار کسی نوجوان نے اُسے دیکھ کر کوئی کمینٹ نہیں کیا تھا۔ !!

urdunovelist.blogspot.com

دیکھتے ہی دیکھتے

وہ معلمہ انگلش میڈیم سے پڑھ رہے اپنے خوبصورت بچوں کا ہمیشہ ذکر کرتے ہوئے کہتی ”” میں اپنے بچوں کو خوب پڑھاؤں گی۔ ان کے والد کی طرح ڈاکٹر بناؤں گی ““ اس نے اپنے بچوں کی پرورش اور نگہداشت میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی تھی۔ دونوں بچوں کی تعلیم اور ان کے رکھ رکھاؤ پر وہ خوب رؤپیہ خرچ کرتی تھی۔
لیکن حالات نے اچانک رخ بدلا۔ معلمہ کینسر جیسے جان لیوا مرض میں مبتلا ہو گئی اور ایک ماہ کے عرصہ میں ہی اس دنیا سے چل بسی۔ ماں کے رخصت ہو جانے پر معصوم بچے باپ کی زیر نگرانی پلنے لگے۔ ایک سال بعد باپ نے دوسری شادی کر لی۔ بچے انگلش اسکول سے اردو اسکول میں آ گئے اور پھر ایک دن وہ

لاچار اور مجبور بچے اسکول کے احاطے میں اس لائن میں کھڑے تھے جہاں زکوٰۃ کے پیسوں سے غریب مستحق بچوں کو اسکول یونیفارم تقسیم کئے جا رہے تھے۔

نیا زمانہ

صوم صلوٰۃ کی پابند ایک ضعیف عورت نے چھ سالہ پڑھوسی بچے سے ایک دن پوچھا۔
”بیٹا تمہارے ابو جان نماز کے اوقات میں کبھی مسجد جاتے دکھائی نہیں دیتے کیا تمہارے ابو گھر ہی میں نماز پڑھتے ہیں؟“

”نہیں انٹی میرے پاپا تو بینڈ سم میں وہ نماز کیوں پڑھنے لگے بھلا۔؟ نماز تو بوڑھے لوگ پڑھتے ہیں نا؟“
بچے نے بڑی معصومیت سے کہا اور اپنا رخ ٹی۔ وئی کی جانب کر کے ٹی۔ وئی پر رقص کر رہی عورتوں کی طرح خود بھی رقص کرنے لگا۔!!

ہم سفر کی تلاش

ٹرین اپنی رفتار سے دوڑ رہی تھی میرے سامنے کی برتھ پر بیٹھی عورت اپنے بغل میں بیٹھے شخص سے باتیں کرتے کرتے اسکے شانے پر سر رکھ کر سو گئی تھی ایک گھنٹہ بعد جب ٹرین کی رفتار بہت ہوئی تو اُسے اسکا سر اپنے شانے سے اٹھایا اور پھر اُسے الوداعی بوسہ دیکر یہ کہتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

”میں بھی مسافر۔ تم بھی مسافر۔ اب بھگوان جانے کب ملاقات ہو۔“ اُسے بھی اُسے خوشی رخصت کیا۔
ٹرین پلیٹ فارم پر لگ چکی تھی۔ وہ اترا اور بھیڑ میں گم ہو گیا۔ اور وہ ٹرین کے دروازے پر کھڑی پھر کسی نے
ہم سفر کا انتظار کرنے لگی۔

urdunovelist.blogspot.com

دھواں دھواں آرزو

شاید وہ دس گیارہ سال کی بچی ہوگی اُس نے ہاتھ ہلا کر مجھ سے لفٹ مانگی میں نے گاڑی روک کر اُسے بٹھالیا
لیکن مجھے اسکا اسطرح لفٹ مانگنا اچھا نہیں لگا۔

میں نے کہا۔ ”کہاں جانا چاہتی ہو؟“ ”درپن نگر۔“

”درپن نگر جانا ہی تھا تو بس کا انتظار کر لیتی۔۔۔“ ”بس سے جانے کے لئے پیسے چاہیے اور میرے پاس
۔۔۔ وہ کہتے کہتے رک گئی۔“

”اچھا۔۔۔ درپن نگر میں کہاں ڈراپ کروں؟“ ”بیئر بار کے پاس۔“ ”کیا تم بیئر بار میں کام میں کرتی ہو؟“
”نہیں میں بیئر بار کے سامنے کھڑی کاریں صاف کرتی ہوں۔ کتنا مل جاتا ہے۔“

”یہی بیس پچیس روپے۔ لیکن میں نے کہا ہے تم جلدی بڑی ہو جاؤ۔ میں تمہیں بیئر بار میں رکھ لوں گا تب
مجھے تنخواہ بھی ملے گی اور ٹیس الگ۔۔۔!“

”آپ بھگوان سے میرے لئے پرا تھنا کرو کہ میں جلدی بڑی ہو جاؤں۔“ ”میں نے کہا۔ ہاں۔ ہاں کیوں
نہیں۔“

تھوڑی دیر خاموشی کے بعد وہ نود ہی کہنے لگی۔ ”میری ترقی ہو جائے۔ پھر دیکھنا میں اپنے بوڑھے پتاجی کو
کچھ نہیں کرنے دوں گی۔“

میں سوچنے لگا۔ یہ غریبی بھی کیسی مجبوری ہے جہاں بچے اپنا انمول بچپن بے چینی سے جوانی کے انتظار میں
گزارتے ہیں۔

درپن نگر کا بیڑ بار آیا تو میں نے دیکھا میری اسکوٹی سے اتر کر بیڑ بار جاتی ہوئی وہ دس گیارہ سال کی چھوٹی سی بچی مجھے یوں بھی بہت بڑی معلوم ہو رہی تھی۔ !!

اصل جہیز

شادی کے دوسرے دن صائمہ خالہ کے گھر محلہ کی عورتوں کا تانتا لگ گیا تھا۔ کل صائمہ خالہ کے بڑے لڑکے کی شادی ہوئی تھی۔

صائمہ خالہ گھرانے والی خواتین کی خاطر داری میں مصروف تھیں۔

اتنے میں کسی غاتون نے کہا۔
”صائمہ خالہ خاطر تواضع تو شام میں بھی ہوتی رہے گی ابھی تو ہم بڑی بہو کا جہیز دیکھنے آئے ہیں۔“

خالہ نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اللہ کا کرم ہے کہ مجھے جہیز میں سب کچھ مل گیا ہے۔ دلہن کے کمرے میں اوڑھنیں تمہیں جہیز دکھاتی ہوں۔“

پھر انہوں نے دلہن کا گھونگھٹ اٹھایا اور کہا۔

”دیکھو یہ ہے میرا اصل جہیز“ !!

غریب آدمی

وہ امیر شہر تھا اُس نے اپنی پوری زندگی دولت بٹورنے میں لگا دی۔ شہر میں اسکی کئی فلک بوس عمارتیں تھیں۔ لاکھوں روپیہ بینک بیلنس تھا۔ وہ کہتا تھا دنیا میں دولت ہی سب کچھ ہے لیکن جب اُسے جان لیوا لائق ہوا اور ڈاکٹر وُل نے جواب دے دیا تو وہ دولت مند شخص بہت مجبور اور بے بس پلنگ پر پڑا اپنے پیٹ سے کہہ رہا تھا۔

بیٹا اس دنیا میں آرام و آسائش کے ساتھ جینے کے لئے میں نے بہت دولت بٹوری لیکن آج مجھے زندہ رکھنے کے لئے یہ دولت بھی کام نہ آئی اور اب جہاں مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنا ہے وہاں کے لئے میں نے کچھ نہ کیا۔

بیٹا آج میرے سامنے دولت کا انبار ہے لیکن اسکے باوجود میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ میں کتنا بے بس اور غریب ہو گیا ہوں کہ جا رہا ہوں تو میرا سیدھا ہاتھ خالی ہے۔“

خدا را میری غربت پر رحم فرما !!

قول و فعل

اُس کا رشتہ طے ہونے کے بعد لڑکے اور اسکے والدین نے جہیز میں قیمتی چیزوں کی فرمائش شروع کر دی تھی لڑکے کی فرمائش تھی کہ اُسے جہیز میں رنگین ٹی وی اور بانک بھی ملے۔

اسکے والد اپنی ملازمت سے سبکدوش ہو چکے تھے۔ سبکدوشی کے بعد جو بھی روپیہ ہاتھ آیا تھا اُن روپیوں سے اسکی تین بہنوں کے ہاتھ پیلے کرنے تھے لیکن چونکہ رشتہ طے ہو چکا تھا۔ دعوت نامے تقسیم ہو چکے تھے لہذا اسکے والد نے لڑکے اور اسکے والدین کی خواہشوں کو پورا کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

شادی کے دوسرے دن اُس نے اپنے شوہر کے کمرے کا جائزہ لیا تو اُسے بہت سے انعامات الماریوں میں بچے نظر آئے۔ اسکے شوہر نے اُسے بتایا کہ یہ سب انعامات اُسے مختلف مقابلوں میں نمایاں مقام حاصل کرنے پر ملے ہیں۔ اُس نے ایک شیلڈ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ”دیکھو یہ شیلڈ مجھے بین المدارس مضمون نویسی مقابلہ میں اول مقام حاصل کرنے پر ملی ہے۔“

اُس نے پوچھا۔۔۔ ”مضمون کا عنوان آپ کو یاد ہے۔“

شوہر نے کہا۔ ”جی ہاں۔ آج کے دور کا سلگتا مسئلہ جہیز ایک سماجی لعنت ہے۔“

تم وہی ہو

میرے دوست۔۔۔ آج اُس لڑکی کا انتقال ہوا جسے باؤن سال پہلے میں نے سر راہ دیکھا تھا اُسے دیکھ کر میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ کاش یہ خوبصورت لڑکی میری شریک حیات بن جائے اسی وقت میں نے آسمان کی جانب نگاہیں اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے اُس لڑکی کو اپنے لئے مانگا وہ بڑی بے تکلف تھی میرے دل کے نہاں غام میں چپ چاپ چل آئی لیکن میں نے یہ بات چھپائے رکھی۔ میں اس بات کا اظہار کرتا بھی کیسے والدین کی مرضی مقدم تھی۔ دو سال بعد والدین نے میرے لئے لڑکی تلاش کرنے کا سلسلہ شروع کیا اور پھر اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق میرے لئے لڑکی پسند کی پھر وہ وقت بھی آگیا جس دن میری شادی ہوئی تھی۔ عقد ہو جانے کے بعد جیسے ہی میری نگاہ اس پر پڑی میری حیرت کی انتہا نہ رہی اور میں بہت جذباتی ہو گیا۔ اور خوشی و مسرت کے جذبات میں بے ساختہ چلا یا ”تم وہی ہو تم وہی ہو!“

یہ ترقی پسند لوگ

urdunovelist.blogspot.com

وہ تمام مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد دامن اسلام میں داخل ہوا تھا اور دین فطرت کے عین مطابق اپنی از سر نو زندگی کا آغاز کر چکا تھا۔

ایک دن پاس پڑوس کے چند لوگوں نے اس سے کہا اب تمہیں شادی کر لینی چاہیے۔ ہم نے ایک لڑکی دیکھی ہے وہ لوگ تعلیم یافتہ اور خاندانی مسلمان ہیں۔

دوسرے دن۔۔۔ وہ اُن لوگوں کے ساتھ ایک عالی شان مکان میں داخل ہوا۔ اُسے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں، اُسے ہر طرف مغربی تہذیب کی جھلکیاں دکھائی دیں۔

بغل کے روم سے ڈانس میوزک کی آواز آرہی تھی والدہ نے اپنی لڑکی کو آواز دی۔۔۔ تھوڑی دیر بعد میوزک بند ہو گئی اور لڑکی مختصر کپڑوں میں ملبوس روم سے باہر نکل آئی۔

”ہیو ڈیڈ۔۔۔ مجھے کیوں بلایا؟“

اس سے قبل کہ والد بیٹی کو بلانے کی وجہ بتاتے نو مسلم لڑکایہ کہہ کر کھڑا ہو گیا۔

”مجھے معاف کیجئے میں دو سال قبل جس معاشرے سے لوٹ آیا ہوں دوبارہ اسی معاشرہ میں نہیں جانا

چاہتا۔“

یہ سن کر لڑکی کی والدہ کے چہرے پر پسینے کی بوندیں ابل پڑیں اور چہرے پر غاڑہ کی پرت کو دھونے لگیں۔

اپنا گریباں

سمیر اپنے گاؤں سے شہر تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آیا تھا شہر کے کالج میں تعلیم حاصل کرتے ہوئے اُسے تقریباً پانچ سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ ان پانچ سالوں میں وہ اسکی ہم جماعت غزالہ کی محبت میں بھی گرفتار ہوا تھا۔ اب وہ غزالہ کو کسی طرح اپنے سے دور نہیں دیکھنا چاہتا تھا، غزالہ بھی اُسے چاہنے لگی تھی۔

ایک دن جب غزالہ نے اپنی امی سے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ سمیر سے ہی شادی کرنا چاہتی ہے تو اسکی والدین انک بگولہ ہو گئے اور انھوں نے اسکی خواہش کو ٹھکرا دیا۔ والدین کے انکار کے بعد سمیر نے غزالہ کو چپ چاپ شہر چھوڑ کر کسی دوسرے شہر اسکے ہمراہ چلنے کے لئے راضی کر لیا۔

اب سمیر اپنے کمرے میں بکھرے سامان کو سمیٹ رہا تھا انھیں آج رات ایک بجے آنے والی ٹرین سے شہر چھوڑنا تھا۔

ابھی وہ اپنے سامان کی پیکنگ کر ہی رہا تھا کہ اسکے مہائل کی میوزک بج اٹھی۔ مہائل پر آیا فون نمبر اسکے گھر کے پڑوس کا تھا۔ اُس نے مہائل اپنے کانوں سے لگا لیا۔ اسکے والد درد بھری آواز میں اس سے کہہ رہے تھے۔

”بیٹا تمہاری بہن شہر سے آئے ایک نوجوان کے ساتھ پتہ نہیں کہاں چلی گئی ہے تم فوراً چلے آؤ خاندان کی آبرؤ خطرے میں ہے۔“ !!

گاؤں کا وکاس

urdunovelist.blogspot.com

گاؤں کے لوگ بہت خوش تھے۔ ان کے گاؤں کا لڑکا وزیر بن چکا تھا۔ وزیر بنتے ہی اُس نے اپنے گاؤں جا کر وہاں کے لوگوں کے حالات جاننے اور وہاں ایک عام سبھا لے کر گاؤں کا وکاس کرنے کا بھی اعلان کیا۔ اس اعلان کے بعد گاؤں کے لوگوں نے اپنے وزیر کی آمد پر استقبال کے لیے زور و شور سے تیاریاں شروع کر دیں۔ حکومت کے ذمہ داران بھی وہاں پہنچے۔ گاؤں اور گاؤں کے باہر کا جائزہ لے کر عام سبھا کے لئے میدان تیار کرنے کا حکم دے دیا۔

دوسرے دن سینکڑوں مزدور گاؤں کے باہر گھنے جنگل کو کاٹ کر چٹیل میدان میں تبدیل کرنے لگے تاکہ منتری جی کی عام سبھا میں زیادہ سے زیادہ لوگ شریک ہوں اور وکاس کے کاموں کا اعلان کیا جاسکے !!

ذره آفتاب ہوا

عمران رُوژگار کے سلسلے میں اپنے گاؤں سے شہر آیا تھا اور گزشتہ دس سال سے جمیل سیٹھ کی چار منزلہ عمارت میں ایک کمرہ کرایہ پر لے کر رہا تھا۔ جمیل سیٹھ کا بڑا لمبا چوڑا کاروبار تھا۔ لیکن انہیں کوئی اولاد نہ تھی۔ ایک دن اپانک جمیل سیٹھ کو دل کا دورہ پڑا اور وہ اس دنیا سے چل بسے۔ ایک سال بعد عمران نے مرحوم کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اور مرحوم جمیل سیٹھ کے لمبے چوڑے کاروبار کو سنبھال لیا۔ اب لوگ اُسے عمران سیٹھ کے نام سے پکارنے لگے تھے۔

urdu novelist مصلحت پسند.blogspot.com

اُن کی محکمہ تعلیمات میں انفیسر کی حیثیت سے ترقی ہوئی تھی دُور و ز بعد انہوں نے افس کے ٹیبل پر رکھے فائلوں کا جائزہ لیا، چند فائلوں پر دستخط کرنے کے بعد انہوں نے اپنے متعلقہ کلرک کو بلا کر کہا۔ ”میں ان فائلوں پر دستخط نہیں کروں گا، تم اُن لوگوں سے کہہ دو کہ میں قانون کے دائرے میں رہ کر ہی کام کرنے کا عادی ہوں۔“ یہ سن کر کلرک مایوس ہو کر کیمین سے باہر آگیا۔

دوسرے دن صاحب اداس نظر آئے تو کلرک نے اداسی کی وجہ پوچھی۔

صاحب نے کہا، ”میری بیٹی کے لیے رشتہ آیا ہے لڑکا اچھا ہے لیکن وہ لوگ پچاس ہزار نقد مانگ رہے ہیں۔ مگر میرے پاس“

وہ کہتے کہتے رُک گیا۔

پھر کلرک نے سرگوشی والے انداز میں صاحب سے گفتگو کی۔

دوسرے دن بھی فائلوں پر صاحب کی دستخط ہو چکی تھی اور صاحب نے اپنی بیٹی کی شادی کی تیاری کے لئے محکمہ سے ایک ماہ کی رخصت بھی لے لی تھی۔

urdunovelist.blogspot.com

کیراف

وہ اس شہر کا مشہور و معروف محقق، ادیب و شاعر تھا۔ ادبی دنیا کے نقشے میں وہ شہر اُسی کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔

لیکن اُس کی عظمت کے نام سے منسوب اس بڑے شہر میں اُس کا اپنا ذاتی ایک چھوٹا سا مکان بھی نہ تھا۔ وہ کرایہ کے مکان میں اپنا خون دل جلا کر شہر کے ادبی وقار کو قائم رکھے ہوئے تھا۔

urdu novelist.blogspot.com

وہ دو لاکھ روپے کا قرض دار تھا، روزانہ ہی لوگ اپنا رُپیہ پانے کے لئے اُس کے دروازے پر دستک دیتے، ایک دن اُس نے اُن لوگوں سے نجات پانے کا راستہ ڈھونڈ نکالا اور اس زندگی سے چھٹکارا پانے کے لئے ایک کھیت کے ویران کنویں کی جانب خودکشی کے ارادے سے چل پڑا۔ وہاں پہنچنے پر اُس نے دیکھا کہ کنویں کے قریب لوگوں کی بھیڑ جمع ہے۔ لوگ ایک شخص کا ہاتھ پکڑے اُسے سمجھا رہے ہیں لیکن وہ خودکشی کرنے پر بضد ہے وہ جیسے ہی بھیڑ کو چیر کر اُس کے قریب پہنچا ایک شخص نے اُس سے کہا ”ذرا اس شخص کو سمجھائیے یہ خودکشی کرنا چاہتا ہے“ وہ اگے بڑھا اور پھر اُس نے اُسے زندگی کو زندہ دلی کے ساتھ جینے کا حوصلہ دیا۔

کنویں میں اپنے پیر لٹکائے شخص نے اُس کی باتیں غور سے سنی اور خود کشی کرنے کا ارادہ ترک کر کے اُٹھ کھڑا
ہوا اور اُس سے گلے ملتے ہوئے کہنے لگا۔

”دوست تم واقعی زندہ دل انسان ہو تمہاری باتیں مجھ پر اثر کر گئیں، تم میرے لئے میساج بن کر آئے“
پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے گلے میں ہاتھ ڈالے لوگوں کے ہجوم سے نکل کر گاؤں کی جانب چل
پڑے۔

urdunovelist.blogspot.com